

حزب شریفین کی علمی شخصیتیں

مَوْلَانَا غلام مصطفیٰ قاسمی

مسجد الحرام کا تعلیمی نظام | مسجد الحرام اور مسجد نبوی اسلام کے ابتدائی دور ہی سے دین کی اشاعت کے مراکز اور منبع رہے ہیں۔ اُن کی علمی مرکزیت آج تک کسی دینی مکتب میں صدیوں سے برابر چلی آرہی ہے۔ میں نے مکہ مکرمہ میں اپنے قیام کے دوران مسجد الحرام کے مدرسین اور تعلیمی نظام کا بھی مطالعہ کیا، اس سلسلہ میں مجھے جو معلومات فراہم ہوئیں وہ قارئین کی نذر ہیں۔

جزیرہ عرب میں تیل اور دوسرے معدنی ذخائر نکلنے کی وجہ سے جو مرفعاں آئی ہے اس سے پہلے حرم میں تعلیم و تدریس کے لئے کوئی خاص منبع یا انصاب تعلیم نہ تھا، نہ حکومت کی طرف سے مدرسوں کو کوئی باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی اور نہ طلبہ سے کوئی فیس لی جاتی تھی۔ تعلیم حَسْبَہُ اللہ دی جاتی تھی۔ حجاز میں سعودی حکومت کے ابتدائی دور یا اس سے پہلے حکومتوں کے دور کے معظم علماء کی سوانح حیات کو دیکھا جائے تو انہوں نے دار آخرت کی طرف رحلت کے وقت ذکر خیر کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ”واللہ کو لا انسان عمر ثانی“ یعنی ذکر خیر انسان کے لئے ایک دوسری زندگی ہے۔ مدرسہ مولانا مدرسہ فخریہ، مدرسہ الفلاح، المدرستہ الرافیہ وغیرہ سب حرم کی تعلیم کی بدولت وجود میں آئے، ان مدارس کے قائم کرنے والے حرم کی تعلیم سے مستفید ہو کر نکلے۔ لیکن اس کے برعکس کہ حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں بالکل بے توجہی ہوتی تھی، حکومت اپنی بساط کے مطابق علماء اور مدرسین حرم کی کچھ نہ کچھ اعانت بھی ضرور کرتی تھی، لیکن اکثر فاضل مدرسین ثواب کی خاطر ان چیزوں سے مستغنی رہتے تھے۔

حرم کے جلد مدرسین، ائمہ، مؤذنین اور مطوفین کی نگرانی کے لئے حکومت کی طرف سے ایک مفتش ہوتا ہے، تقریباً چالیس سال قبل اس جلیل القدر عہدہ پر ایک سندھی عالم فائز تھے جن کا نام شیخ محمد کامل سندھی تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کے حالات پر چند سطور تحریر کی جائیں۔

شیخ محمد کامل سندھی کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہی ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن اعلامِ سندھ کی اولاد ہے۔ مولانا کے سفرِ حجاز کی یہ تیسری قسط ہے۔

سے تھے جنہوں نے ایک دوسری پہلے حجاز کی طرف ہجرت کی تھی۔ محمد کامل سندھی علماء کے نقیب اور حرم کے مدرسین
 امہ، مطوفین اور خدام حرم کے مفتش تھے، انہوں نے وقت کے بھر علماء جیسے شیخ محمد صالح کمال، شیخ محمد سعید البصیل اور
 شیخ عبدالرحمن دہان سے تعلیم پائی، ان کے ایک زائر نے شیخ کا حال بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ شیخ طویل قامت، معتدل
 جسم اور گنی داڑھی والے تھے۔ وہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں نہایت مستعد رہتے تھے، وہ حرم کے مدرسین کی دیکھ بھال
 کرتے، اسی طرح امہ اور مؤذنین میں سے جو غیر حاضر ہوتا اس پر نگاہ رکھتے اور طواف کی جگہ پر کھڑے ہو کر مطوفوں اور معلوموں
 کی دعائیں سننے اور ان کی بخوی اغلاط کو درست کرتے تھے، اس معاملہ میں وہ اتنے سخت تھے کہ کسی مطوف کو طواف
 کرانے کی اجازت ہی تب دیتے تھے جب وہ اس سے صحیح ادعیہ سن لیتے۔ وہ خود بھی اچھے مدرس تھے۔ حرم میں فقہ حنبلی اور
 بخوی کتابوں کا درس دیتے تھے، جس نے اس دور کو پایا اور حرم کے درس کو بھرا ہوا دیکھا ہے، اس نے شیخ محمد کامل سندھی
 کو اُن کا جیہ پیچھے ہوئے اور سر پر بگرٹھی یا عمامہ باندھے ہوئے درس کے وسط میں ضرور دیکھا ہوگا۔ وہ ہمیشہ اسی ایک
 ہیئت میں رہتے تھے۔ شیخ محمد کامل سندھی نے ۱۳۵۲ھ میں وفات پائی اور اپنے پیچھے تین لڑکے چھوڑے۔ ۱۔ شیخ عبداللہ
 مراتب عام ادارہ حرم۔ ۲۔ شیخ عبداللہ موظف مجلس وزارت، ۳۔ شیخ سعید موظف وزارت داخلہ

اس وقت حرم میں تعلیم و تدریس کی پہلے سے زیادہ نگرانی ہوجاتی ہے اور خاص طور سے سلفیہ مسلک لکھنے والے
 علماء کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی حرم کے مدرسین میں سے جو علم حجاز کہلاتے ہیں اور جن کا علمی معیار بلند اور تحقیق و
 ترقی عالمانہ ہے وہ سب پُرانی تعلیم کے فیض یافتہ اور حنفی، مالکی یا شافعی فقہ کے پابند ہیں۔ جیسے سید امین کتبی حنفی،
 سید حسن مشاط شافعی اور سید علوی مالکی ہیں، ان کے علاوہ حرم کے جو دوسرے مدرس ہیں ان میں شیخ عمرہ عبدالرزاق
 کا بڑا بلند علمی مقام ہے، وہ اکثر قرآنی حقائق پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں، دو تین مرتبہ مجھے ان کے درس میں بیٹھنے کا شرف
 حاصل ہوا، سلفی مسلک رکھتے ہیں اور ان کا بڑا اچھا مطالعہ ہے، میرے استاد امام عبید اللہ سندھی کے معتقد ہیں۔
 اپنے پاکستانی اور ہندوستانی علماء میں سے مولانا خیر محمد صاحب ساکن ٹھل حمزہ ریاست بہاولپور، مولانا عبدالحق
 صاحب بہاولپوری اور مولانا عبداللہ صاحب لکھنؤ بھی حرم میں حسبہ اللہ تعلیمی خدمت ادا کر رہے ہیں۔

مولانا خیر محمد صاحب کافی مدت سے جو حرم میں مقیم ہیں۔ ایک روزانہ کے درس قرآن میں بھی حاضر ہوا عبادت

لے دروس من ماضی التعلیم وحاضرہ للشیخ عمر عبداللہ صاحب

طاعت اور دیانت نے ان کو نڈھال کر دیا ہے، کچھ معتقدوں نے ان کو سہارا دے کر بٹھایا، لیکن جب کپا درس قرآن شروع ہوا تو وہ کمزوری جاتی رہی، ان کے ایک ایک لفظ سے ایمانی قوت، تقویٰ اور سادگی ٹپک رہی تھی۔ تیس سال پہلے میں نے مولانا خیر محمد صاحب کو ان کے گائیٹل حملہ حمزہ میں دیکھا تھا، وہاں مولانا کی بدولت ایک بڑا مدرسہ قائم تھا جہاں کئی ہنستی شاگرد تعلیم پا رہے تھے اور مولانا کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ شاگردوں کے لئے گھروں سے کھانا خود لے آتے تھے، آپ درس سے فراغت کے بعد اپنی بھینسیں اور گائیں خود چرانے جاتے تھے۔

مولانا عبدالحق صاحب بہاولپوری کا حلقہ درس کافی بڑا رہتا ہے، حدیث کا درس دیتے ہیں اور نہایت ہی سادہ مزاج اور پرہیزگار عالم ہیں۔ سلفیہ مسلک رکھتے ہیں لیکن تعصب نام کو بھی نہیں۔ مولانا بڑھانے سے زیادہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ علم حدیث میں کئی کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔

مولانا عبد اللہ صاحب لکھنوی اچھے محدث اور حسن اخلاق کا مجسمہ ہیں۔ ان سے کئی مرتبہ علمی ملاقاتیں ہوئیں حرم میں بھی اور دارالحدیث خیرہ میں بھی۔ ان کے درس کا بھی بڑا حلقہ رہتا ہے۔

پاکستانی علماء میں سے ایک صاحب مولانا امان اللہ پشاوروی ہیں خوب طاقتور اور قد آور، ان کی اپنی زبان معلوم ہوا کہ عرصہ پندرہ سال سے جوار حرم میں مقیم ہیں۔ یہ بزرگ اُردو میں حرم کے اندر وعظ و تبلیغ کرتے رہتے ہیں، بڑی اونچی آوازیں بولتے ہیں۔ مغرب سے لے کر عشا کی اذان تک اُن کی تقاریر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

عرب علماء میں سے ایک نوجوان عالم شیخ علی بن زید رکن عراقی کے بالمقابل حدیث کا درس دیتے ہیں، اور زیادہ تر اپنے درس میں روایات پر زور دیتے رہتے ہیں، ان سے بھی ملاقات ہوئی اور علمی باتیں ہوئیں۔

ایک روز ایک مڈویشی عالم شیخ عبدالقادر کے درس میں حاضر ہوا، ان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ شیخ عبدالقادر مڈویشی زبان میں پڑھا رہے تھے۔ ان کو بڑا انخوی عالم مانا جاتا ہے، ان کے مستفیدین سب انڈویشی شاگرد معلوم ہوتے تھے، ایک خاص چہرہ ان کے درس میں یہ تھی کہ درس سے فراغت کے بعد سب شاگرد شیخ سے مصافحہ کر کے جاتے تھے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ روزانہ ان کا کلاہی دستور ہے۔ اور یہ شافعی المذہب ہیں۔

حدہ میں شیخ محمد نصیف

مکہ مکرمہ میں میں مناسک حج سے فارغ ہو چکا تھا اور وہاں کے علماء، صلحا اور اکابر سے ملاقات

دین کی زیارتیں بھی ہو چکی تھیں، اب صرف مدینہ منورہ کی حاضری رہ گئی تھی، مجھے چونکہ

مشرق وسطیٰ کی سیاحت اور بیت المقدس کی زیارت کے لئے جانا تھا اس لئے ایک بااہل پنے محترم رفیق پروفیسر
 ظہور احمد صاحب کی محبت میں شرق اردن کے سفارت خانے واقع جہدہ میں عاتق کا دیزا حاصل کرنے کے لئے جانا ہوا۔
 وہاں دیزا حاصل کرنے میں یہ وقت پیش آئی کہ میں نے کراچی سے متحدہ عرب جمہوریہ (مصر) کا دیزا لے لیا تھا۔ اس کو دیکھ کر
 عاتق سفارت خانے والے مجھ کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اُن سے غیر فصیح عام عربی زبان میں بات چیت کرنا بھی میرے
 لئے وبال جان بن گیا، دوسرے کچھ راز میں تھے ان کو تو دیزا مل گیا اور میرے لئے یہ شرط لگائی گئی کہ پاکستانی سفیر جنکب
 نہیں لکھے گا دیزا نہیں مل سکتا۔ یہ سن کر مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ دفتری کاروبار کی وجہ سے میرا وقت ضائع ہو رہا تھا۔ پہلے
 تو میں نے اس کے لئے مین صاحب سفیر پاکستان کو تکلیف دینا مناسب خیال نہ کیا اور سیکرٹریوں سے اس بارے میں کہا
 لیکن جالیہ سفارتی حکام ایسے لاٹ صاحب تھے کہ سوائے نہ کے ان کے ہاں اور کوئی جواب نہ تھا، لاجمالہ مین صاحب سے
 ملا۔ صاحب موصوف کی ہر دلعزیزی اور پاکستانی حجاج کے ساتھ ہمدردی کی کیا تعریف کروں، اُسی وقت میرے لئے
 خط نائپ ہوا جس کو لے کر میں عاتق سفارت خانے میں پہنچا اور دیزا حاصل کیا، اس سلسلے میں میں اپنے دوست قاری
 خیر محمد صاحب کی خصوصی معاونت کو بھی نہیں بھلا سکتا۔

جہدہ میں دو دن قیام رہا اس موقع کو غیرت پاکر عرب کے ایک بخیر اور علم دوست عالم شیخ محمد نصیف سے
 ملاقات کی۔ شیخ کے نام نامی سے تو میں پہلے سے آشنا تھا، عمر رسیدہ بزرگ ہیں کوئی نوے سال کے لگ بھگ ہونگے۔
 متانت، سنجیدگی اور اخلاق کے مجسمہ ہیں کافی دیر تک ان سے علمی باتیں ہوتی رہیں مولانا بتوری صاحب کا بھی تذکرہ کیا
 پھر مخدوم محمد معین ٹھٹھوی سندھی اور ان کی کتاب ”دراسات اللیب“ کے متعلق بھی اپنے تاثرات ظاہر فرمائے، موصوف
 چونکہ سلفی مسلک کے ہیں اس لئے دراسات کی تعالیم اور جوشی کے سلسلے میں میرے فاضل دوست نعمانی صاحب سے
 ناراض نظر آتے تھے۔ عربی دستور کے مطابق قہوہ اور چائے نوشی جاری رہی اور مذاق میں قہوہ کے بارے میں فرماتے تھے
 کہ یہ ہمارے ہاں کا پان ہے کھانے کے لئے بھی اہل راز فرمایا لیکن دقت کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں محذرت کرنی
 پڑی، شیخ محمد نصیف صاحب کی بڑی اچھی لائبریری ہے۔ آپ نے مہلج السنۃ جدید ایڈیشن ج اتالیف شیخ الاسلام
 ابن تیمیہ، الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، تالیف شوکانی اور دوسری کتابیں بھی مرحمت فرمائیں۔

میں دو دن جہدہ میں رہنا پڑا۔ پھر ہم مکہ مکرمہ واپس آگئے، میں نے پاسپورٹ اپنے معلم محمد ہاشم سندھی صاحب

کے حوالہ کیا وہ اپنی بے حد مصروفیتوں کے باوجود مدینہ منورہ گئے اور اپنی جیب سے ہوائی جہاز کا ٹکٹ ۲۶۵/۴ ریال میں جلد سے عمان تک کالے آئے، اب میرے لئے یہ ٹکٹ دکھا کر مدینہ منورہ جانا آسان ہو گیا اور نہ میری باری تباہی جب چوتھے جہاز کے کراچی کی طرف واپسی میں صرف دس بارہ دن رہ جانے کیوں کہ میں چوتھے نمبر جہاز میں ہی آیا تھا اور اسی سے مجھے لوٹنا تھا، کسی دوسرے ملک کو جانے کے لئے بحری جہازوں سے آنے والے حجاج کو صرف ہوائی جہاز کے ذریعہ جانے کی اجازت ہوتی ہے، غرض یہ ٹکٹ دکھا کر مجھے مدینہ منورہ جانے کی اجازت مل گئی۔

مدینہ منورہ کو روانگی | مکہ مکرمہ سے 'خریج' کی اجازت ملنے ہی میں حرم میں طوافِ وداع کے لئے گیا، طواف واجب ہے، اور کعبہ سے رخصت کا طواف ہے، اس موقع پر مجھے اپنے، اپنے خلیفہ و اقارب اور دوسرے احباب کے لئے جتنی دعائیں کرنی تھیں وہ سب پورے خلوص سے کیں۔ حرم سے جدائی کے وقت اس بندہ آثم پر جو رقت طاری ہوئی وہ حد بیان سے باہر ہے۔

اب مجھ سے بس کا انتظار بھی نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ بس تو تباہی جب حجاج سے بھر جائے۔ آخر حکومت سے 'تنازل' حاصل کیا اور اپنے معلم اور دوسرے احباب کو الوداع کہہ کر ٹیکسی کے لئے جیبا پہنچا۔ مدینہ جانے کے لئے میری بھلت کا یہ عالم تھا کہ میرے دو رفقاء میں سے ہر دوسرا میرا فریق حسن صاحب کو ان کی بوڑھی والدہ کی بیماری کی وجہ سے پہلے ہی مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جانے کی اجازت مل گئی اور وہ مدینہ پہلے گئے تھے، لیکن ہر دوسرا میرا احمد صاحب تاحال مکہ میں میرے ساتھ تھے وہ ہسپتال گئے ہوئے تھے۔ ان کے واپسی کا بھی انتظار نہ کر سکا تا کہ ان کو بھی الوداع کہوں۔ درحقیقت یہ کوئی میری خصوصیت نہ تھی، مکہ مکرمہ سے 'خریج' کی اطلاع اس طرح ملتی ہے کہ حجاج جلدی میں سب کچھ سہولت جلتے ہیں۔

غرض محلہ جیاد سے جہدہ کے لئے تین ریال کرایہ دے کر ٹیکسی پر سوار ہوا، جیسے ہی جہدہ کے بس اسٹینڈ پر پہنچا تو مدینہ منورہ جانے کے لئے ایک ٹیکسی تیار کھڑی تھی، جہدہ سے مدینہ منورہ تک کا چھ ریال کرایہ دیا۔ یہ کرایہ حجاج کے لئے نہیں ہوتا، جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، بلکہ مقامی لوگوں سے لیا جاتا ہے، میں چونکہ 'ورق تنازل' حاصل کر چکا تھا اس لئے اب میری حیثیت بھی مقامی آدمیوں جیسی تھی۔

جہدہ سے مدینہ منورہ تک ۲۵ کیلو میٹر کا فاصلہ ہے، ٹیکسی بڑی تیز چل رہی تھی، سڑک نہایت ہی عمدہ اور تیزی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی، راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی بستیوں نظر آئیں، ظہر کی نماز رات میں ادا کی۔ رات بھر تلزم پر ایک چھوٹی

سی بندرگاہ ہے۔ یہ شامی اور مصری حجاج کے لئے میقات احرام ہے۔ یہاں ہمدی نیچے آٹے ہوئے انڈے بچ رہے تھے دس فروش میں تین انڈے ملے۔ وہاں چلے نوشی بھی کی۔ رانج کے بعد بدر کا مقام آیا، یہاں بھی قہوہ خانے تھے کافی دیر تک وہاں ٹھہرے۔ معرکہ بدر جہاں اتنے ہوا تھا وہ جگہ اس دہائی سے مغرب کی طرف تھوڑے فاصلے پر ہے۔ وہیں شہدائے بدر کی قبریں بھی ہیں، عربوں نے دوسرے ہمیں وہ جگہ بتائی۔ بدر سے آگے حیدر، مسجد، بنیرالراحمہ اور میر علی کی بقیات آئیں، میر علی سے مدینہ منورہ صرف پانچ میل رہ گیا اور یہ وقت مغرب کا تھا ہندامینہ منورہ کی روشن بیتیاں دوسرے نظر آرہی تھیں۔ اس جگہ کو ذوالخلفہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں مدینہ کے لئے میقات ہے اور حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں رضوان اللہ علیہم نے ہمیں احرام باندھا تھا۔ اب جیسے جیسے یثرب کی آبادی قریب آرہی تھی، شوق دیدار گنبد خضراء بڑھ رہا تھا۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

حدود شہر میں داخل ہوتے ہی معلم کا تعین ضروری ہو گیا۔ یہاں مکہ مکرمہ کی طرح معلم کے تعین میں حجاج کو اختیار نہیں ہے، بلکہ ہر خطہ کے لئے معلم مقرر ہوتے ہیں۔ کراچی کے لئے شیخ حمزہ زلی معلم تھے، ہمیں ان کو ہی اپنا معلم مقرر کرنا پڑا۔ حرم کے قریب ٹیکسی کوڑ کو اکراٹر پڑا، شوق زیارت کا یہ عالم تھا کہ سامان اتارتے وقت ایک بوری سامان کی (رحیمیں اکثر امانتیں اور احباب مدینہ کے لئے کچھ تحائف تھے) ٹیکسی سے اتارنا رہ گئی، بوری پر میں نے پہنا نام بھی نہیں لکھا تھا، جب حرم پہنچا تب سامان یاد آیا، لیکن اب تو رات ہو گئی تھی معلم کو خبر کی اس نے بھی یہ خدہ پیش کیا کہ اگر آپ کا پتہ لکھا ہوا ہوتا تو سامان مل جاتا۔ میں نے ٹیکسی کا نمبر بھی نوٹ نہیں کیا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور اور اس کے شو فر کی یہ حالت تھی کہ جدہ سے لے کر مدینہ منورہ تک ریڈیو سنتے اور ہاتھ سے تالیاں بجاتے آئے تھے، نماز کی پابندی بھی ان لوگوں میں نہ تھی۔

صبح کو مسجد نبوی میں جا کر نماز باجماعت ادا کی اور صلوٰۃ وسلام پڑھا، اس وقت کی کیفیت قید کتابت میں نہیں آسکتی۔ اس کے بعد بس اسٹاپ پر چلا گیا، بیسیوں ٹیکسیاں اور بسیں کھڑی تھیں۔ وہاں پولیس کو بھی اطلاع دی۔ ان کی طرف سے بھی یہی جواب ملا کہ ڈرائیور کو شناخت کیجئے، لیکن بیسیوں آدمیوں میں شناخت کرنا مشکل ہو گیا۔ آخر دو گھنٹے کے انتظار کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب کے ہاتھ میں دہی بوری سامان کی ہے اور اعلان کرنا پھر رہا ہے،

اپریل ۱۹۷۷ء

۲۰

الرحیم حیدر آباد

بڑی خوشی ہوئی کھویا ہوا سامان مل گیا، ڈرائیور اور شو فر کے متعلق جو میری بدگمانی تھی وہ جاتی رہی، حسن معاملگی اسی کا نام ہے، ظاہری تقویٰ میرے خیال میں کسی کام کا نہیں ہے۔

ملاقاتیں | جدہ کا روز تھا، میں ۳ گھنٹے پہلے ”مومنہ بن ریاض البجہ“ میں پہنچ گیا، نماز سے فراغت کے بعد مولوی محمد قاسم اور مولوی حبیب اللہ صاحب بلوچستانی سے ملاقات ہوئی، یہ دونوں بزرگ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں درجہ ٹیچر میں تعلیم پاتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ صاحب صدر مدرس فہر العلوم کراچی نے انہیں پہلے ہی میرے متعلق اطلاع دی تھی، ان دونوں دوستوں کی وجہ سے فضلاء مدینہ اور مقلدات متبرکہ اور آثار قدسہ دیکھنے میں میرے لئے آسانی پیدا ہو گئی۔ اسی روز عصر کے بعد جنت البقیع گئے، جہاں حضرات عثمان، ابوسعید خدری، حبیبہ سجدیہ، امام نافع، امام مالک، آٹھ اہمات المؤمنین، بنات النبی، سیدہ خاتون، امام حسن، امام محمد باقر، امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم کے مزارات کی زیارت حاصل ہوئی۔ مزارات کیلئے صرف معمولی نشانات ہائی تھے، واپسی میں سندھ کے ایک درویش صفت عالم مولانا محمد کمال صاحب سے جو کہ پندرہ سال سے ترک وطن کر کے مدہ اہل و عیال جو اس سرور کائنات میں سکونت فرما ہیں، ان کے دولت خانے پر ملاقات ہوئی، مولانا موصوف صبر و شکر کے مجتہد ہیں، اب تو انہوں نے اپنا ایک مکان بھی بنوایا ہے، لیکن اس سے قبل جن معوتوں کا ان کو سامنا پڑا آپ وہ سب نجوشی برداشت کرتے رہے، ان کے دوستوں سے معلوم ہوا کہ وہ کبھی مدینہ منورہ کی زندگی سے طلب برداشت نہ ہوئے، مزدوری کر کے اپنا اور بچوں کا بیٹ پالنے رہے، اب بھی جیاطی کر رہے ہیں اور اس سے جو وقت بچتا ہے وہ کتابوں کے مطالعہ اور مسجد نبوی میں عبادت کرتے ہیں، میرے تو وہ قدیم دوست اور کرم فرماتے، مدینہ منورہ میں وہ اکثر میرے ساتھ رہے۔

مدینہ منورہ کے مشاہیر علماء سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا، مولوی محمد قاسم اور مولوی حبیب اللہ متعلمان جامعہ اسلامیہ مدینہ کی رفاقت میں علامہ شیخ ابن باز پرودائیس چانسلر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے دولت خانے پر حاضر ہوا، شیخ ابن باز کے حسن اخلاق کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ موصوف کا پانچ دریاں کا مشاہرہ ہے لیکن ہمالوں کا اتنا، مجرم رہتا ہے کہ سننے میں آیا کہ اتنا مشاہرہ ہوتے ہوتے بھی مقروض رہتے ہیں۔

موصوف میرے ساتھ علمی گفتگو کرتے رہے، ان کو مملکت اسلامیہ پاکستان سے بھی بڑی ہمدردی ہے۔ پاکستانی علماء کی علمی سرگرمیوں کے متعلق بھی سوالات کرتے رہے، آپ نے سندھ کے قدیم محدثین اور علماء کی بڑی تعریف فرمائی۔

میں نے انہیں اپنی کچھ تالیفات بھی پیش کیں غرض موصوف نے جس کر فرمائی اور حسن افلاق کا مظاہرہ فرمایا وہ ہمیشہ پیشہ کے لئے مجھے یاد دیرمیکا میرا ارادہ مشرق وسطیٰ کی سیاحت کا عقد علامہ موصوف سے میں نے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بحال شفقت ایک خط دیا تاکہ اگر مجھے واپس حجاز آنا پڑے تو سفر کی طرف سے کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ جزاء اللہ خیر الخزاء

الحاج سید محمد خلیفہ مولانا تھانوی کی زیارت | مدینہ منورہ کے زندہ بزرگوں میں سب سے نمایاں شخصیت سید محمد گھوٹکیؒ

سبزی بزرگ میں عرصہ دراز سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے ہیں۔ آپ کے ہاں ہر ملک کے علماء اور فضلاء زیارت کے لئے آتے ہیں اور مسائل ج میں آپ کی شخصیت مستند سمجھی جاتی ہے میرے لئے آپ کی ذات گرامی نا آشنا نہ تھی کیونکہ سید صاحب اپنے وطن گھوٹکی سندھ میں اپنے بڑے بھائی الحاج سید فخر الدین شاہ مرحوم خلیفہ ارشد مولانا اشرف علی کی سمیت میں مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی چلاتے تھے۔ اس دور میں مدرسہ قاسم العلوم کا میں مدرس اول تھا، سید صاحب کی زیارت سے بڑا قلبی سکون حاصل ہوا موصوف ل اس وقت ۲۳ سال عمر ہے اور اس پرانہ سالی میں بھی اپنا خود کھانا پکاتے ہیں، حالانکہ اگر وہ چاہیں تو ان کی خدمت کے لئے بیویں متعین تیار ہیں، لیکن وہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے۔

دوران گفتگو موصوف نے فرمایا کہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب اساتذہ العلماء مولانا قمر الدین نبویؒ مولانا نضر صاحب منگ والے سے تعلیم پاتے تھے۔ فقیہ سندھ مولانا محمد قاسم ٹسکان گڑھی یاسین کے متعلق فرمایا کہ ان میں حق طلبی اور اخلاص کا وہ تھا، اسی طرح فرماتے لگے کہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے سندھ کے مفتی مولانا عبد الغفور صاحب ہمایونی کی تعریف فرمائی ہے۔ میرے کچھ خطوط بھی سید صاحب کی معرفت آئے تھے ان کو حاصل کیا اور پھر ایک دوسرے سندھی اجرا الحاج علی محمد خیاط سے ملاقات کی۔

الحاج علی محمد سندھی بھی عرصہ پندرہ سال سے ترک وطن کر کے مدینہ منورہ میں مداخل و عیال سکونت پذیر ہیں، ان کا ابھائی محمد بخش نامی بھی ان کے ساتھ ہجرت کر کے گیا تھا، لیکن چند سال کے بعد وہ اس لئے واپس آگیا کہ وہاں کے لوگوں اور اہیت سے وہ متنفر تھا۔ لیکن الحاج علی محمد بڑے صبر اور شکر سے مدینہ منورہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو ہر لحاظ سے قابل رشک ہے۔ الحاج علی محمد کی دکان مسجد نبوی کے بالکل قریب تھی اس لئے میں نے انہی کے ہاں رہنے کو سزا کیا۔

یارتیں | ۲۲ رجون کو جب اُحد اور دوسری زیارتوں کا پروگرام بنایا، پہلے جبل اُحد گیا، جنگ اُحد کی وجہ سے

اس جبل کی جو تاریخی اہمیت ہے وہ سب کو معلوم ہے، یہ جبل مدینہ سے شمال کی جانب تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے، بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح مورچہ قائم کیا تھا، اور کہاں پر پچاس تیر اندازوں کو متعین فرمایا تھا، اور یہ کس طرح پسپائی ہوئی، ان تمام چیزوں کو رفقہ کی رہنمائی میں غور سے سمجھتا رہا، حضرت حمزہؓ کے مزار کی زیارت ہو نصیب ہوئی، وہاں سے مسجد قبلتین گئے، پھر خندق کو دیکھا، جہاں پانچ مہدوں کی بھی زیارت کی، پھر مسجد قبا کو چلے گئے، وہاں نوافل ادا کئے، مسجد قبا کے قریب سبز اریس کو بھی دیکھا۔ یہ وہ کنواں ہے جس کا پانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعاب کے برکت سے میٹھا ہوا تھا اور حضورؐ کی انگوٹھی حضرت عثمانؓ سے اس کنیتیں میں گر پڑی تھی، یہ تمام زیارتیں کر کے واپس آگیا، دوسرے دن مولوی محمد قاسم اور مولوی حبیب اللہ صاحبان کی رفاقت میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گیا، جہاں جامعہ کے تلامذہ اور اساتذہ سے کافی دیر تک ملاقات رہی۔

جامعہ کے امین عام علامہ شیخ عبودی سے اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے ملاقات ہوئی لیکن عمر بھر میں ان کی کرمہ کو بھول نہیں سکتا، موصوف خالص علمی انسان اور کتابوں کے دلدادہ فقہ، علمی جذبے کی بنا پر میری انہوں جو معاونت فرمائی اس کا بدلہ تو ہر روز دگار سے ہی ان کو ملے گا۔ وہ اپنی موٹر پر بٹھا کر مجھے مسجد نبوی میں لائے۔ اسی روز شام کو بیرومہ کو بھی دیکھا، پانی نہایت ہی میٹھا تھا، یہ تاریخی کنواں ہے جس کو حضرت عثمانؓ نے یہودیوں سے خرید فرما کر وقف کیا تھا، آج تک اس کا پانی میٹھا چلا آ رہا ہے۔ یہاں ڈبری فارم بھی ہے اس کے پاس بڑا اچھا خوش کن باغیچہ ہے۔ یہ کنواں مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی طرف تقریباً تین میل فاصلے پر ہے +

(عربی) المسوّی من اجل بیت الموطا

امام ولی اللہ رحمہ دہلوی

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ آج سے ۳۲ سال پہلے مکہ مکرمہ میں مولانا عبد اللہ شرنودی مرحوم کے زیر اہتمام چھپی تھی۔ اس میں مولانا کے تشویقی حاشیے ہیں۔ ولایتی کپڑے کی نفیس جلد قیمت بیس روپے۔ شاہ ولی اللہ (کیڈمی) صدیر آباد سے طلب کیا